امام جعفر صادقؑ اور دین حق کی تدوین وترویج

مولانا رئیس احمد جارچوی

اسلام دین ہے۔ دین کے معنی مقصد یا ہدف کے ہیں۔ اور مذہب اس مقصد یا ہدف تک پہونچنے کے راستے کو کہتے ہیں۔ حقیقی اسلام تک پہونچنے کے لئے جو مذاہب اس وقت رائج ہیں وہ پانچ ہیں ۱۔ مذہب حنفی ۲۔ مذہب مالکی ۳۔ مذہب شافعی ۴۔ مذہب حنبلی ۵۔ مذہب جعفری۔ ان تمام مذاہب میں قدیم ترین مذہب جعفری ہے۔ اس کی بنیاد پیغمبرؐ کے زمانے سے ہی پائی جاتی ہے ۔ جبکہ دوسرے مذاہب کی تاریخ منصور دوانیقی کے عہد سے شروع ہوتی ہے، جو عباسی دور حکومت کا دوسرا حکمراں ہے۔

ایسا نہیں کہ اجتہاد و مذاہب کی بحث صرف انہیں مکاتیب فکر پر تمام ہوجاتی ہے یا انہیں پر منحصر ہے۔ دیگر مذاہب بھی وجود میں آئے۔ انہیں بھی ایک وقت تک شہرت ملی اور پھر مختلف اسباب کی بنا پر صفحہ وجود سے مٹ گئے۔ ہر مذہب کا نام اس کے بانی کے نام پر ہے حالانکہ اس کی تدوین وترویج کرنے والے بانی کے علاوہ دیگر افراد بھی ہیں۔ اس کے برعکس مذہب جعفری کا نام جعفری اس لئے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ اس کے بانی ہی نہیں بلکہ مدون ومروج بھی ہیں اگر چہ فقہ جعفری یا مذہب جعفری کی اصل عہد رسالت میں جناب سلمانؓ فارسی، ابوذرؓ اور مقدادؓ جیسے باعظمت صحابہ میں تلاش کی ہے۔

سرکارؐ دو عالم نے مدینۂ منورہ میں قیام فرما کر مدینہ کو مرکز کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ آپؐ کے وصال کے بعد بھی مدینہ ہی علم وحکمت کا مرکز بنا رہا۔احادیث سننے اور سمجھنے کے لئے لوگ دور دراز سے سفر کر کے مدینہ آتے تھے اور امت مسلمہ کے درمیان اہل مدینہ کا عمل حجت سمجھا جاتا تھا۔ خیال رہے کہ امام مالک ابن انس جو مالکی مذہب کے امام کہے جاتے ہیں۔ ائمہ اربعہ میں بس انہیں کا تعلق مدینے سے ہے ۔یہی سبب ہے کہ نماز کے بالکل واضح مسائل میں وہ دیگر تین ائمہ سے جدا ہیں۔ امام جعفر صادقؑ کا تعلق بھی مدینہ ہی سے ہے۔امام جعفر صادقؑ مذکورہ تمام اماموں پر کم از کم تین نسبتوں سے فوقیت رکھتے ہیں۔ ۱۔ آپ خاندان رسالت سے ہیں۔ ۲۔ آپ اہل مدینہ ہیں۔ ۳۔

آپ دیگر تمام فقہا کے کسی نہ کسی طرح معلم و استاد ہیں۔ چنانچہ ''سیرت النّعمان'' کے مصنف شبلی نعمانی نے بھی امام ابو حنیفہ کا وہ قول نقل کیا کہ جس میں دو سال کی شاگردی کا اعتراف بھی ہے۔ اور اس دوسالہ مدت میں اپنے کسب علم پر فخر بھی ہے۔ پس عالم اسلام میں دو مرکز قرار پا گئے ایک مدینہ حجاز جسے رسولؐ نے مرکز بنایا تھا۔ دوسرا عراق جسے عباسی حکومت نے مرکز قرار دیا تھا۔ اہل مدینہ کے پاس آثار رسولؐ کا وافر خزانہ تھا۔ حضور کی حیات طیبہ کا بیش قیمت وقت اسی حجاز میں گذرا تھا۔ یہاں کے لوگ بات بات میں حدیث رسولؐ کا تذکرہ کرتے تھے۔ صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے احادیث مصطفوی کے نقوش کو اور گہرا کر دیا تھا۔ اہل مدینہ کی فقاہت کا بیشتر حصہ احادیث پیغمبرؐ سے مستفید تھا۔ یہاں اسلوب حدیث، الفاظ حدیث اور موقعٔ حدیث سے مسائل شرعیہ کا استنباط ہوتا تھا۔ اس کے برعکس عراق والوں کے پاس احادیث کا وافر ذخیرہ نہیں تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اجتہاد میں قیاس کو خاص مقام دیدیا حالانکہ اجتہاد میں قیاس کا حصہ دو فیصد سے زائد نہیں ہوسکتا۔ دلیل استحسان اور قیاس مع الفارق کی اصطلاح علم کلام اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اس کے ساتھ عباسی حکومت نے کھل کر اہل قیاس کی حمایت کی اور عرب پر عجم کو مقدم کر دیا۔

موجودہ زمانے میں فقہ حنفی پر عمل کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف عرصۂ دراز تک منصب قضاوت عام پر فائز رہے ہیں۔ حکومت وقت نے خاص طور پر حنفی مسلک کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مورخین نے مختلف انداز میں اس منظر کو پیش کیا چنانچہ مورخ عباسی حکمرانوں کا ایک منظر اس طرح پیش کرتا ہے۔ ''ان لوگوں نے علماء سے تعلقات پیدا کئے۔ ارباب دیانت کو مقرب بارگاہ بنایا گیا۔ عراق کے اہل رائے منصب قضاہ پر فائز کئے گئے۔ ابو یوسف کو قاضی القضاۃ بنایا گیا اور یہی وہ بات تھی جس سے حنفی مذہب نے بے انتہا شہرت حاصل کی۔ ابو یوسف ابوحنیفہ کے شاگرد اور ان کے تربیت یافتہ تھے۔ زمانۂ رشید میں ۱۷۰ھ میں قضاوت عام کے منصب پر فائز ہوئے اور پھر سارا عراق، خراسان، شام اور مصر انہیں کے اشاروں پر رقص کرنے لگا۔''[۱] حنفی مذہب کے پھلنے پھولنے اور پھیلنے کا سبب ابو یوسف کا قضاوت کے منصب پر فائز ہونا ہے۔ یہی سبب ابن عبد البر نے بھی تحریر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ابو یوسف، مہدی، ہادی اور رشید تینوں کے دور میں قاضی القضاۃ رہے۔ رشید ان کا بے حد احترام کرتا تھا اور اسی احترام واقتدار کا اثر تھا کہ انہوں نے حنفی مذہب کو شہرۂ آفاق بنا دیا۔[۲] یہ منصب اتنا اہم تھا کہ

صاحب منصب کی جلالت واقتدار کے پیش نظر عوام انہیں کے مذہب کو اختیار کرلیتے تھے۔ کیونکہ قاضی القضاۃ ہونے سے یہ بات صاف ہوجاتی تھی کہ بادشاہ یعنی موجودہ حکومت ان کے طرز عمل اور ان کے مذہب سے خوش ہے۔عوام کو جمع کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ اوراگر حکومت خلاف ہوتو کسی مذہب ومسلک کا آگے بڑھنا امکان سے باہر ہے، چنانچہ جس زمانے میں حکومت امام مالک کی مخالف تھی ان کی توہین بھی کی گئی اور انہیں تکالیف بھی پہونچائی گئی۔ سبب یہ تھا کہ امام مالک امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے اور اولاد حضرت علیؑ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان پرظلم ہونے کی بنا پر ایک جماعت مستعدی سے ان کے ساتھ ہوگئی جن کی وجہ سے حکومت کو ضرورت ہوئی کہ وہ ان پر مہربان ہوجائے تاکہ حجاز کے لوگوں کی ہمدردیاں حکومت وقت کو حاصل ہوجائیں۔ حکومت کی مہربانیوں کی بدولت دونوں مذہبوں کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ چنانچہ حزم کا بیان ہے کہ دو مذہب ابتدا میں صرف ریاست وحکومت کی سرپرستی کی وجہ سے پھیلے۔ مذہب حنفی ابویوسف کی قضاوت سے اور مذہب مالک اندلس میں یحیٰ بن یحیٰ کے تقرب سے جبکہ قاضیوں کا انتخاب بھی انہیں ارباب مذہب کے مشورے سے ہوتا تھا۔[۳] شافعی مذہب کے متعلق اہل تاریخ کی رائے یہ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کے مذہب کی شہرت ہمہ گیر ہوگئی اس لئے کہ حکومت نے شافعی ہونے کی بنا پر فقہا کے لئے مدرسے بنوائے اور منصب قضاوت انہیں کے سپرد کردیا۔ جبکہ شافعی مسلک کا سلسلہ مصر سے شروع ہوا تھا۔حنبلی مذہب اپنے ابتدائی دور میں حکومت کی مداخلت کی بناپر شہرت حاصل نہیں کرسکا لیکن نجد میں اس مذہب کو زیادہ مددگار مل گئے۔ یہاں محمد بن عبدالوہاب نے اسے اپنا کر اس کی بقا کو بہت بڑھا دیا اور اب حنبلی کم اور وہابیت کے نام سے زیادہ پکارا جانے لگا۔حنبلی مذہب پر ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے جواحسان ہیں وہ کبھی بھلائے نہیں جاسکتے۔ انہوں نے ہی حنبلی مذہب کو وہابیت کے نظریات بنادیا۔

ہم نے مذاہب اربعہ کی شہرت کے اسباب تحریر کردئے جن سے ہر قاری کو یہ اندازہ ہوجائے گا کہ مذہب کی بقا ودوام میں حکومتوں کا ہاتھ رہا ہے۔جس مذہب کو جتنی دیر حکومت کی سرپرستی حاصل رہی وہ اتنا ہی توانا اور شہرت یافتہ ہوگیا۔ مذاہب اربعہ کے علاوہ بھی مذاہب رونما ہوئے مگر سبھی ختم ہوگئے کیوں کہ کسی کو بھی حکومت کی سرپرستی نہ مل سکی اور نہ ہی ان کے اصحاب مصنف ومدرس ہوسکے بلکہ گوشہ نشینی ہونے کی بناپر گمنام ہوگئے ،جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مذہب ہی ختم ہوگیا۔

جیسے سفیان ثوری اپنے وقت کے بڑے مجتہد اور مسلمانوں کے امام تھے۔ آپ سے بیس ہزار حدیثیں نقل کی گئی ہیں حکومت کی ہمراہی نہ ہونے کے سبب آپ کا مذہب چوتھی صدی میں ہی ختم ہوگیا۔ حسن بصری ابوسعید حسن بن ابی الحسن بصری متوفی ۱۱۰ھ۔ آپ زید بن ثابت انصار کے غلام اور حضرت ام سلمہ کی کنیز کے نورنظر تھے۔ آپ معتزلہ کے امام کہے جاتے ہیں۔ آج آپ کے مذاہب کا بھی پتہ نہیں ہے۔ لیث بن سعد بعض علماء کی نظر میں امام مالک سے زیادہ فقیہ سمجھے جانے لگے ہیں لیکن آپ کے مذہب کو بھی بقا نصیب نہیں ہوسکی۔ اس کی طرح بہت سے مذاہب جو علماء کی گوشہ نشینی اور حکومت کی سرپرستی نہ ملنے کے سبب صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ پچاس سے زائد مذاہب ہیں جو نابود ہوگئے۔ یہ الگ بات ہے کہ نابودی کے اسباب و علل بھی ہیں اور سب سے بڑی علّت حکومت کی سرپرستی حاصل نہ ہونا ہے۔

مذہب جعفری کی بقا

جیسا کہ لکھ چکے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ اس مذہب کے بانی ہی نہیں ہیں بلکہ تدوین کرنے والے بھی ہیں۔ یہ وہی مذہب ہے جس کو عہد رسالتؐ میں حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذرؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت عمارؓ اپنائے ہوئے تھے۔ جس کے پہلے امام حضرت علیؑ تھے۔ اس مذہب کی خصوصیت یہی ہے کہ جو بعد رسولؐ امام ہوا۔ وہی آج بھی تمام جعفری فقہ کے ماننے والوں کا امام ہے۔ امام جعفر صادقؑ کا شمار تو چھٹے امام کے طور پر ہوتا ہے۔ یہ مذہب اس لئے آپ کے نام سے منسوب ہوا کہ آپ نے اس کی تدوین فرمائی۔ بکھرے اور پھیلے ہوئے معاملات کو جمع کیا۔ آپ سے پہلے اماموں کو ناسازگار حالات کی بنا پر اتنا موقع نہیں مل سکا کہ مسائل مدوّن ہوسکتے۔ آپ کا عہد ہی وہ عہد ہے جب بنی امیہ اور بنی عباس آپس میں ٹکرا رہے تھے۔ بنی امیہ اپنا حاصل شدہ اقتدار بچانا چاہتے تھے۔ اور بنی عباس قرابت رسولؐ کی بنیاد پر بنام اسلام چلنے والی حکومت پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ اس ہنگامۂ دار وگیر میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کو مذہب کے تدوین وترویج کا موقع مل گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب امام محمد باقرؑ کی عمر شریف کا آخری حصہ ہے اور امام جعفر صادقؑ کا عنفوان شباب ہے۔ امام محمد باقرؑ کی حیات ہی سے امام جعفر صادقؑ نے یہ کام شروع فرمادیا تھا۔ امامؑ نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا وہ درسگاہوں کا قیام تھا۔ طاقتور جماعتیں اور ان کے ساتھی اقتدار

کی فکر میں تھے تو امام جعفر صادقؑ علمی اقتدار کے ذریعہ دلوں پر حکومت کررہے تھے۔ دور دراز سے معارف اسلامی کی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لئے علم دوست افراد مدینہ آکر امام جعفر صادقؑ کے حلقۂ درس میں شامل ہورہے تھے۔علم فقہ سے لیکر علم فلکیات وعلم کیمیا پر امامؑ کے دروس ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار سے زائد وہ طلاب تیارہوئے جنہوں نے امامؑ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ یہ تعداد صرف ان شاگردوں کی تھی جو ایک معتبر حیثیت کے مالک تھے۔ عام شاگردوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے تھے ''میں نے حضرت جعفر ابن محمد سے زیادہ صاحب علم دیکھا ہی نہیں'' اگر دو سال جعفر بن محمد کی شاگردی نہ کرتا تو ہلاک ہوجاتا''۴ امام مالک بن انس بھی آپ کے شاگرد ہیں اور کہتے ہیں'' جعفر ابن محمد سے بہتر انسان آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں ہے۔۵

وہ وقت بھی آیا کہ اموی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور عباسی حکومت قائم ہوگئی مگر ابھی عباسی حکومت کا لڑکپن ہے۔ وہ اندر سے آل محمد کے دشمن ہیں انہیں معلوم ہے کہ اقتدار قرابت رسولؐ کی بنیاد پر حاصل ہوا ہے مگر رسولؐ سے قریب ترین امام جعفر صادقؑ ہیں۔ اس بنا پر ابھی چھیڑ چھاڑ کرنے سے بہتر اقتدار کو مضبوط کرلینا سمجھتے ہیں۔ منصور دوانقی امامؑ کے طرز زندگی سے اچھی طرح واقف ہے۔ تین سال امامؑ کے حلقۂ درس میں رہ چکا ہے۔ ابھی سمجھوتہ کئے ہے بس یہی وقت تھا جب امامؑ نے علوم جعفریہ کی تدوین کی اوراسے ابدی بنادیا۔ نہ اس وقت سے پہلے اور نہ اس کے بعد شیعت کے لئے ایسا موقع دستیاب ہوا۔ مگر اللہ رے امام جعفر صادقؑ کی دور بینی کہ اتنے قلیل وقت میں اس قدر مستحکم اور پائیدار بنادیا کہ ظلم وستم اور حکومتوں کی تیز آندھیاں بھی اس شجر ثمردار کو ہلا نہ سکیں۔ اسی باعث اسے فقہ جعفری یا مذہب جعفری کہا جاتا ہے۔

تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ ہر مذہب حکومت کی سرپرستی میں پھلا پھولا ہے مگر یہ مذہب جعفری کا امتیاز ہے کہ ہر دور میں حکومتیں اس کے خلاف رہیں اور ہر ایک نے اس مذہب اور مذہب کے محافظ کو مٹانے اور ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کے باوجود مذہب کے نقوش گہرے ہوتے گئے۔ خواہ بنی امیہ کی حکومت ہو خواہ بنی عباس کا نظامؑ اقتدار۔ ہر دور میں فضا شیعت کے خلاف رہی۔ کبھی بھی مطلع صاف نہیں ہوسکا۔ کسی ایک حکومت میں نہ تو کوئی امام قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوا اور نہ مذہب جعفری کو کبھی حکومت کی سرپرستی نصیب ہوئی بلکہ ہر حکومت کی یہی کوشش رہی کہ اس مذہب کو مٹادیا جائے۔ پھر بھی پوری دنیا میں شیعت نہ

صرف پائی جاتی ہے بلکہ ہر عہد میں شیعت اسلام کے لئے سرمایہ افتخار رہی ہے۔ یقیناً یہ امام جعفر صادقؑ کی دور بینی تھی کہ ایسے شاگرد پیدا کر دئے جنہوں نے شیعت کو زندہ رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا اور کبھی اپنے مال ومتاع اور جان کی پرواہ نہیں کی بلکہ دین کی راہ میں ہر وقت سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ امامؑ نے دہریوں سے مناظرے کے لئے شاگرد تیار کئے تو مسلم دنیا میں مذہبی نظریات پر بحث کرنے کے لئے علم کلام کے علماء پیدا کئے جن کی عقل اور دیانت وبصیرت کا لوہا دنیا نے مانا۔ ہشام امامؑ کے اسی مدرسہ کے طالب علم تھے۔

مذہب جعفری اپنے پھیلاؤ کے اعتبار سے تمام مذاہب پر حاوی ہے اور اپنی اشاعت میں تمام مذاہب سے الگ تھلگ بھی مذہب جعفری نہ مادی طاقتوں کی کمک کا محتاج رہا اور نہ حکومت واقتدار جیسے وسائل کا ممنون کرم ہوا بلکہ اس میں ذاتی صلاحیتیں اتنی ہیں جو اس کی نشونما میں ہر گام مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ تعلیمات میں روحانیت، اصولوں میں پاکیزگی، فطرت بشر سے قربت اور اللہ کی نظر وکرم اس مذہب کے جوہر ہیں۔ یہ امام جعفر صادقؑ کی حکمت عملی کا ہی نتیجہ ہے کہ باوجودیکہ مذہب جعفری کو کبھی حکومت کی سرپرستی نصیب نہیں ہوئی۔ اموی حکومت سے لیکر عباسی نظام حکومت تک ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب مذہب جعفری حکومت وقت کی چھاؤں میں رہا ہو۔ پھر بھی اس مذہب کو اس قدر دوام واستحکام حاصل ہوا کہ مذہب جعفری کو حکومتیں دبانا چاہتی تھیں ۔ مٹانے کے درپے تھیں پھر بھی اس کے ریشے انسانوں کے دلوں میں اترے ہوئے تھے۔ اور آج بھی نہایت آب وتاب سے زندہ بھی ہے اور زندگی بخش بھی۔ حکومتیں یکسر اہلبیتؑ کے خلاف رہیں۔ اس لئے کہ جہانبانی میں عدل وانصاف کی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ قرابت اور رشتہ کی اہمیت ہوتی ہے۔ اہل سیاست میں صلہ رحمی کے جذبات حالات کی نزاکت اور وقت کی ضرورت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس آل محمدؐ کی طرز زندگی میں عدل وانصاف کی بڑی اہمیت ہے۔ قرابت اور رشتہ کی حیثیت گھر کی چہار دیواری میں ہے اور قانون الٰہی کی حدوں میں ہوتی ہے ان کے یہاں محبت کے جذبات، عدل وانصاف میں مانع نہیں ہوتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ کا یہی وہ طریقہ کار تھا جس نے انسانی دل ودماغ میں مذہب جعفری کی جڑوں کو مضبوط کر دیا۔

امام جعفر صادقؑ نے مذہب جعفری کی تدوین وترویج میں اک خاص خیال یہ بھی رکھا کہ اسے حکومت کے لقمے اور حکومت کی سرپرستی سے دور رکھنے کی امکانی کوشش فرمائی تا کہ بعد کے آنے

والے علماء جو دین کے محافظ اور مذہب کے علمبردار ہوں گے ان میں ذہنی غلامی نہ آنے پائے۔ مذہب فروشی کے کاروبار سے احتراز واجتناب کریں اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ نکلا۔

جامع از ہر کے عظیم استاد عبد المتعال صعیدی اپنی کتاب ''میدان اجتہاد'' میں عباسی حکومت سے متعلق ایک منظر بیان فرماتے ہیں۔'' بنی عباس نے دیکھا کہ قہر وغلبہ کے وسائل بے کار ہورہے ہیں تو تعلیم کے راستے سے داخل ہونا شروع کیا۔ درسی نظام کی ذمہ داری خود سنبھال لی تاکہ علماء کو اپنا پابند بنائیں اور شروع ہی سے انہیں خرید لیں'' اس سے پہلے تعلیم اور حکومت الگ الگ تھے مدرسے نہیں تھے۔ اوقاف نہیں تھے بلکہ '' مسجدوں میں درس ہوتا تھا۔ مسجد کی چہار دیواری میں حکومتی دباؤ سے آزاد ذہن کے علماء تیار ہوتے تھے جنہیں نہ حاکم کی خواہش کا خیال ہوتا تھا اور نہ سرکش کے ظلم کا''۔ بنی عباس نے نظام درس وتدریس کو تہہ و بالا کیا، پرانے طریقے کو بدلا۔ پہلے مسجد میں درس ہوتے تھے۔ بنی عباس نے مسجد کے دروس موقوف کرکے مدرسہ بنوایا اور مدرسہ میں دروس ہونے لگے اور مدرسہ کے اخراجات حکومت وقت اٹھاتی تھی بلکہ حکومت عملی کے طور پر مدرسوں کے لئے اوقاف معین کیے گئے جس کا غلط نتیجہ یہ ہوا کہ علماء حکومت کے ہاتھوں بکنے لگے۔ صحیح تبلیغ کا جذبہ معدوم ہوگیا۔ جرأت اظہار حق جاتی رہی اور سب سے پہلا مدرسہ بیہقی کے نام پر بنا۔ پھر نصر بن سبکتگین نے نیشاپور میں'' سعیدیہ'' مدرسہ بنوایا۔ اس کے بعد تو یہ سلسلہ چل نکلا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حکومت اپنی فکر اور طرز کے علماء پیدا کرتا چاہتی تھی جس کے سروں پر حکومت کا احسان ہو تاکہ کبھی بھی حکومت کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا خیال ہی نہ پیدا ہو۔ امام جعفر صادقؑ کے دروس بھی مسجد میں ہی ہوا کرتے تھے وہیں پر شاگردوں کی کثیر تعداد ہوتی تھی۔ امامؑ ان میں دینی شعور بھی پیدا فرماتے اور حاکم کے خلاف جرأت اظہار حق کے جذبات بھی قائم کررہے تھے۔ اور ایک بڑی تعداد امامؑ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتی تھی۔ جن میں جیّد علماء اور حفاظ حدیث پیدا ہوئے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اسی حلقۂ دروس میں شامل ہونے والے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ کا بیت الشرف ایک علمی مرکز تھا جہاں شعور کی آبیاری کی جاتی تھی اور مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بڑے بڑے حفاظ حدیث، علماء فقہ، قرآن کے سمندر میں غواصی کرنے والے مفکرین، امامؑ نے اپنی تعلیمات سے پیدا کئے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں'' اصحاب حدیث نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کرنے والے مختلف المذاہب معتبر راویوں کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔[۶] اس طرح ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ امام جعفر

صادقؑ سے چار ہزار مختلف العقیدہ معتبر افراد نے مختلف علوم نقل کئے ہیں۔ ۷ ان شاگردوں کی اس جماعت میں دیگر مذاہب وعقیدہ رکھنے والے بھی درس میں شریک ہوتے تھے۔صادق آل محمدؐ کے درس میں ان لوگوں کی موجودگی سے اس حقیقت کا احساس کیا جاسکتا ہے کہ عقائد میں اختلاف کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ لوگ ایک دوسرے سے عداوت ودشمنی رکھیں بلکہ مختلف العقائد شاگردوں کا یہ اجتماع یہ ثابت کرتا ہے کہ عقائد میں اختلاف کے باوجود اتحاد سے کام لینا ہی صاحبان ایمان کا وطیرہ رہا ہے اور شمع امامت نے اپنے اردگرد مخالفین وطرفداروں کو ایک ساتھ جمع کرکے وحدت واتحاد اور آپسی میل جول کا پیغام دیا ہے۔

حوالے:

۱۔خطوط مقریزی حصہ ۴،ص ۱۴۴

۲۔انتفاع،ص۶۔

۳۔ابن خلکان، ج/ ۲،ص ۱۱۶

۴۔تحفۂ اثنا عشریہ

۵۔تحفۂ اثنا عشریہ۔

۶۔الاشارہ شیخ مفید۔

۷۔مناقب ،شہر آشوب۔